”شب گریزاں ہو گی آخر جلوۂ خورشید سے“

نبیِّ اکرم ﷺ کا مقصدِ بعثت

اور اہلِ پاکستان کی ذِمّہ داری

محترم ڈاکٹر اسرار احمد مدّ ظلّہٗ کے خطاب جمعہ کی تلخیص

حمد و ثنا' تلاوت آیات اور ادعیہ ماثورہ کے بعد :

نبی اکرم ﷺ کا مقصد بعثت غلبۂ دین حق ہے۔ چنانچہ ارشادِ ربانی ہے : ﴿ ھُوَالَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ ﴾ یہ الفاظ مبارکہ سورۂ صف' سورۂ فتح اور سورۂ توبہ میں بھی وارد ہوئے ہیں۔ حضورؐ کا یہ مقصد بعثت کفار کی تمام تر ریشہ دوانیوں کے باوجود مکمل ہو کر رہے گا۔ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے کہ ﴿ یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰہِ بِاَفْوَاھِھِمْ وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْکٰفِرُوْنَ ﴾ - یہ بات کئی مرتبہ بیان کی جا چکی ہے کہ غلبۂ دین حق کے دو مراحل ہیں۔ مرحلہ اول کی تکمیل تو خود حضور ﷺ نے اپنے دست مبارک سے فرما دی' آپ نے بنفس نفیس جزیرہ نمائے عرب کی سرزمین پر دین کو غالب کر دیا۔ چنانچہ قرآن مجید میں اس کی وضاحت اور صراحت کر دی گئی کہ ﴿ جَاءَ الْحَقُّ وَزَھَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ کَانَ زَھُوْقًا ﴾۔ بعد ازاں خلافت راشدہ کے عہد میں اسی غلبۂ دین کے عمل میں توسیع ہوئی' جبکہ خلافت راشدہ کے بعد اس میں رفتہ رفتہ زوال آتا گیا۔ جہاں تک غلبۂ دین کے عمل کے تکمیلی مرحلے کا تعلق ہے اسے ابھی پورا ہونا ہے اور یہ لازماً ہو کر رہے گا' وہ دن آکر رہے گا جب کل روئے ارضی پر اللہ کا دین غالب ہو گا اور خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کا نظام پورے عالم پر نافذ ہو گا۔

قرآن مجید کے فلسفۂ تاریخ کے اعتبار سے تاریخ انسانی کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا

سکتا ہے۔ ایک مرحلہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد ﷺ تک کا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام پہلے انسان اور پہلے نبی تھے جبکہ حضرت محمد ﷺ پر نبوت کا اختتام بھی ہو گیا اور رسالت کی تکمیل بھی۔ تاریخ انسانی کے اس عہد میں دو ارتقاء ساتھ ساتھ اور متوازی طور پر وقوع پذیر ہوئے ہیں۔ انسان کا ذہنی و عمرانی ارتقاء اور نبوت و رسالت کا ارتقاء ساتھ ساتھ جاری رہے ہیں' یہاں تک کہ نبوت و رسالت کا سلسلہ ترقی کی منازل طے کرتا ہوا محمد رسول اللہ ﷺ پر پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا۔ تاریخ انسانی کے دوسرے دور کا آغاز حضرت محمد ﷺ سے ہوتا ہے جو قیامت تک جاری رہے گا۔ ایک حدیث مبارکہ میں خود حضور ﷺ نے اپنی بعثت اور قیامت کو دو انگلیوں کی طرح جڑا ہوا قرار دیا: ((بُعِثْتُ اَنَا وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ))۔ اس لئے کہ آپؐ کی آمد کے بعد نبوت ختم اور رسالت اپنی تکمیل کو پہنچ گئی' تاہم اس ارتقاء کا ایک مرحلہ ابھی باقی ہے' وہ ارتقاء جو پہلے طبعی و مادی تھا پھر حیاتیاتی سطح پر ہوا' پھر ذہنی و فکری سطح پر ہوا اور پھر سماجی سطح پر ہوا' اس کی انتہا حضور ﷺ کے عطا کردہ نظام کا پورے کرۂ ارضی پر غلبہ ہے۔ انسان کے ذہنی اور تہذیبی ارتقاء کا نقطۂ عروج بعثت محمدیؐ ہے جس کا تکمیلی مرحلہ پوری دنیا پر دین محمدیؐ کا غلبہ ہے۔ نوع انسانی کے لئے اس سے اونچا مرتبہ و مقام اور کوئی نہیں ہے۔ بقول اقبال:

آیۂ کائنات کا معنیٔ دیر یاب تو
نکلے تری تلاش میں قافلہ ہائے رنگ و بو

یعنی کائنات میں ارتقاء کا جو عمل مسلسل جاری ہے اس کا مقصود و منتہیٰ ذات محمدیؐ ہی ہے۔ گویا پوری کائنات کو اگر ایک آیت قرار دیا جائے تو اس آیت کا معنی اور مقصود ذات محمدیؐ ہی قرار پائے گی۔ اس لئے کہ آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک تمام انبیاء و رُسل کو نبوت و رسالت محمدیؐ کے لئے تمہید کی حیثیت حاصل تھی کیونکہ ارتقاء کے عمل میں ہر پہلی کڑی اگلی کڑی کے لئے تمہید بنتی ہے۔ حضور ﷺ کی بعثت کے ذریعے انسانی ارتقاء کا ایک مرحلہ اپنی تکمیل کو پہنچ گیا' لیکن حضور ﷺ کے لائے ہوئے نظام حیات کا پورے کرۂ ارضی پر غلبہ ابھی باقی ہے۔

"ظہورِ قدسی" کے حوالے سے سورۂ مدثر کو خصوصی اہمیت حاصل ہے۔ آپؐ کی

نبوت کا ظہور تو سورۂ علق کی ابتدائی پانچ آیات سے ہوا ہے۔ لفظ "ظہور نبوت" پر توجہ کی ضرورت ہے' اس لئے کہ نبی تو پیدا ہوتے ہی نبی ہوتا ہے' انبیاء و رسل عالم ارواح میں بھی نبی اور رسول ہی تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ((کُنْتُ نَبِیًّا وَ آدَمُ بَیْنَ الْمَاءِ وَالطِّیْنِ)) "میں اُس وقت بھی نبیؐ تھا جب آدم ابھی مٹی اور پانی کے مابین تھے"۔ لہٰذا حضورؐ کی نبوت کا ظہور سورۂ علق کی آیات سے ہوا جبکہ آغاز رسالت سورۂ مدثر کی آیات سے ہوا۔ اس سورۂ مبارکہ کی ابتدائی تین آیات زیر بحث موضوع کے اعتبار سے نہایت اہم ہیں۔ فرمایا گیا ﴿یٰۤاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ ○ قُمْ فَاَنْذِرْ ○ وَ رَبَّكَ فَكَبِّرْ﴾ اے لحاف میں لیٹنے والے انسانؐ! یہ غور و خوض اور تفکر و تدبر کا مرحلہ اب ختم ہو چکا ہے' لہٰذا اب کھڑے ہو جاؤ اور لوگوں کو خبردار کرو کہ یہ دنیا ایک دھوکہ اور سراب ہے' اس کی حقیقت کچھ نہیں' ایسا نہ ہو کہ کل کو "جب آنکھ کھلی گل کی تو موسم تھا خزاں کا" جیسا معاملہ ہو جائے۔ لہٰذا لوگوں کو ان کے انجام سے خبردار کرو ؎

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوتِ ہادی
عرب کی زمیں جس نے ساری ہلا دی

یہ ہے انذار جہاں سے نبی کی دعوت کا آغاز ہوتا ہے۔ اس دعوت کا ہدف کیا ہے؟ فرمایا گیا ﴿وَ رَبَّكَ فَكَبِّرْ﴾ "اور اپنے رب کی کبریائی قائم کرو"۔ لفظی ترجمہ ہو گا کہ رب کو بڑا کرو! رب حقیقت میں تو بڑا ہے لیکن دنیا میں اس کی بڑائی کو تسلیم نہیں کیا جا رہا۔ انسان اپنے ذہن و فکر اور اپنی مرضی کا غلبہ چاہتا ہے اور اپنی حاکمیت کا مدعی ہے' جسے آج حاکمیت عوام کا نام دے دیا گیا ہے کہ ہم خود اپنی مرضی چلائیں گے' اپنے لئے من پسند قوانین بنائیں گے۔ یہ سب کچھ کیا ہے؟ ہم نے اللہ کی ہستی کو سرے سے تسلیم ہی نہیں کیا اور اگر کچھ لوگ تسلیم کرتے بھی ہیں تو انہوں نے اللہ کو مسجدوں' مندروں اور کلیساؤں تک محدود کر دیا ہے۔ اپنی مارکیٹ سے' سٹاک ایکسچینج سے' عدالت سے' مالیاتی اداروں سے' پارلیمنٹ سے' ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ حتیٰ کہ اپنے گھروں سے بھی باہر نکال رکھا ہے۔ ﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِی الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ﴾ کے مصداق اس ہمہ گیر بغاوت کو ختم کرنا اور اللہ کی بڑائی قائم کرنا تاکہ اس کا قانون بالاترین قانون بن جائے' ﴿لِتَكُوْنَ كَلِمَةُ اللّٰهِ

هِيَ الْعُلْيَا﴾ تاکہ اسی کی بات سب سے بلند ہو جائے' سب سے اونچی ہو جائے' اس کے حکم کے آگے کسی کا حکم نہ چلے' اس کے قانون کے مقابلے میں کوئی قانون مؤثر نہ رہے' اس کے فیصلے کے مقابلے میں کوئی فیصلہ مؤثر نہ رہے۔ یہ کیفیت اگر معاشرے میں پیدا نہیں ہوتی تو پھر یہی بغاوت ہے جسے ختم کرنا بعثت محمدیؐ کا مقصد ہے۔ "تکبیر رب" کے حوالے سے اسی موضوع کو علامہ اقبال نے یوں شعر کا جامہ پہنایا ؂

یا وسعتِ افلاک میں تکبیرِ مسلسل
یا خاک کی آغوش میں تسبیح و مناجات
وہ مسلکِ مردان خود آگاہ و خدا مست
یہ مذہب مُلاّ و جمادات و نباتات

اللہ کی تسبیح و تقدیس کی اس کائنات میں کمی تو نہیں ہے' ہر چیز اس کی تسبیح کر رہی ہے مگر انسان کو تو خلافت کا منصب عطا کیا گیا ہے۔ انسانوں اور جنوں کی غایت تخلیق اللہ کی عبادت و بندگی ہے' جیسے فرمایا گیا: ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ﴾

"ظہورِ قدسی" کے حوالے سے اسی سورۂ مدثر کی آیات میں پورے فلسفہ تاریخ کا تعلق بعثت محمدیؐ سے جڑ جاتا ہے۔ ﴿كَلَّا وَالْقَمَرِ ○ وَالَّيْلِ اِذْ اَدْبَرَ ○ وَالصُّبْحِ اِذَا اَسْفَرَ ○﴾ "کوئی نہیں' میں قسم کھاتا ہوں چاند کی' اور قسم ہے رات کی جب کہ وہ جانے لگے' اور قسم ہے صبح کی جب کہ وہ روشن ہو جائے"۔ بے شک بعثت محمدیؐ عظیم واقعات میں سے ایک واقعہ ہے' اسے معمولی نہ سمجھئے۔ دنیا میں مروج پیمانوں کے اعتبار سے تو یہ کوئی بڑا واقعہ نہیں تھا۔ حجاز کے ایک چھوٹے سے گھر میں ایک بیوہ خاتون کے ہاں ایک یتیم بچے کی ولادت کا ہونا بظاہر کوئی بڑی بات نہ تھی۔ لیکن بغور جائزہ لیا جائے تو معلوم ہو گا کہ بعثت محمدیؐ سے تاریخ انسانی کا عظیم ترین واقعہ ظہور پذیر ہوا۔ قابل غور بات یہ ہے کہ یہاں چاند کی قسم کیوں کھائی گئی ہے۔ سب جانتے ہیں کہ چاند کا نور ذاتی نہیں ہے بلکہ سورج ہی سے مستعار ہے۔ چودھویں کا چاند بھی نصف النہار کے سورج کی طرح نہیں ہو سکتا۔ بالکل اسی طرح سابقہ تمام نبوتیں اور رسالتیں چاند سے مشابہ ہیں جبکہ نبوت و رسالت محمدیؐ خورشید کے مانند ہے۔ کچھ راتیں ایسی بھی آتی ہیں جن میں چاند کی روشنی

بھی کم ہو جاتی ہے اور اندھیرا سا ہو جاتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد سے لے کر حضور ﷺ کی بعثت تک کا عرصہ انسانیت کے لئے انہی تاریک راتوں کے مانند ہے جن میں نبوت ورسالت کی روشنی سے پوری دنیا محروم رہی' اس چھ سو سال کے وقفے کو اصطلاحاً "فَتْرَةُ الْوَحْیِ" کہتے ہیں۔ اس چھ سو سالہ تاریک رات کے بعد خورشید محمدیؐ طلوع ہوا جس نے پورے عالم انسانیت کو منور کر دیا۔ ابو جہل اور ابو لہب کے تمام ترہتھکنڈوں اور قریش اور یہود کی ہر قسم کی مخالفتوں کے باوجود اللہ نے اپنے نور کو مکمل فرمادیا ﴿وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ﴾ اور روشن صبح کی طرح نورِ خداوندی کا دُنیا میں اُجالا ہو گیا۔ بقول علامہ اقبال ؎

شب گریزاں ہو گی آخر جلوۂ خورشید سے!
یہ چمن معمور ہو گا نغمۂ توحید سے!!

محمد رسول اللہ ﷺ کو پوری نوع انسانی کے لئے نذیر و بشیر بنا کر معبوث کیا گیا ﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا﴾۔ بعثت محمدیؐ کا دائرہ کسی قبائلی حد یا کسی ملک کی سرحد تک محدود نہیں ہے۔ کوئی جغرافیائی اور قومی سرحد اس پیغام کے راستہ میں حائل نہیں۔ بعثت محمدیؐ کا سورج طلوع ہو چکا ہے' اب اس خورشید سے خود کو اور دوسرے انسانوں کو منور کرنے کے لئے کون آگے بڑھتا ہے اور کون پیچھے رہ جاتا ہے' یہ ہر شخص کا انفرادی فیصلہ ہے۔ ابو بکر و عمر و عثمان و علی رضی اللہ عنہم آگے بڑھ گئے اور ابو جہل' ابو لہب' عتبہ اور عتیبہ پیچھے رہ گئے۔ اللہ کے ذمہ تو راستہ سجھا دینا تھا' وہ اس نے سجھا دیا' اب شکر گزاری یا کفران نعمت کی روش اختیار کرنے کی ہر ایک کو کھلی آزادی ہے۔ جب تک پوری دنیا پر دین حق کا غلبہ مکمل نہیں ہو جاتا اُس وقت تک بعثت محمدیؐ کا مقصد پورا نہیں ہو سکتا۔ جس طرح سابقہ تمام نبوتیں اور رسالتیں رسالت محمدیؐ کی تمہید تھیں بالکل اسی طرح احیائے اسلام کے لئے ہماری محنت اور قربانی بھی بعثت محمدیؐ کی عالمی سطح پر تکمیل یعنی عالمی سطح پر اسلام کے غلبہ کی تمہیدی کڑی قرار پائے گی۔ جو جماعتیں اور افراد غلبۂ دین کے لئے محنت کریں گے یہ سب محنت اسی ایک جگہ جمع ہو جائے گی۔

بعثت محمدیؐ کے بعد دنیا میں کبھی تاریکی نہیں آ سکتی' البتہ دنیا پر دھند لکا سا آ گیا ہے۔

حضورؐ پر نبوت ختم ہو گئی' اب قیامت تک کسی شخص کو نبوت نہ ملے گی۔ غور کا مقام ہے کہ نبوت تو بہت بڑی رحمت اور نعمت ہے' اگر یہ ختم ہو گئی تو اس خلاء کو پُر کرنے کے لئے بھی کچھ چیزیں ہونی چاہئیں۔ چنانچہ اس خلاء کو رب العزت نے تین چیزوں سے پُر کیا ہے :

۱) قرآن کریم۔ یہ ہدایت کاملہ کے طور پر ہمیشہ موجود رہے گا۔ اس کی حفاظت کی ذمہ داری خود اللہ تعالیٰ نے لی ہے' یہ کبھی ضائع ہو گا نہ اس میں تحریف ہو گی۔ ہر طالب ہدایت اور ہر طالب حقیقت کے لئے ہر وقت اور ہر زمانے میں قرآن موجود رہے گا تاکہ وہ اسے پڑھے اور اس سے ہدایت حاصل کرے۔

۲) ہر صدی میں اللہ تعالیٰ ایسے مجدد اٹھاتا رہے گا جو دین کو تازہ کرتے رہیں گے۔ سنن ابی داؤد کی روایت ہے : ((إِنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ فِي هٰذِهِ الْأُمَّةِ عَلٰى رَأْسِ كُلِّ مِائَةِ عَامٍ مَنْ يُجَدِّدُ لَهَا دِيْنَهَا)) "اللہ تعالیٰ اِس اُمت میں ہر صدی کے سرے پر ایسے لوگوں کو کھڑا کرتا رہے گا جو اس اُمت کی خاطر دین کو تازہ کریں۔"

۳) حق پرست لوگوں کا ایک گروہ ہر وقت اُمت میں موجود رہے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : ((لَا تَزَالُ فِي أُمَّتِي طَائِفَةٌ قَائِمِيْنَ عَلَى الْحَقِّ)) "میری اُمت میں ایک گروہ ہمیشہ حق پر قائم رہے گا۔"

پس قرآن کی محفوظیت' ہر سو برس کے فاصلے پر صاحب عزیمت اور صاحب ہمت شخصیات کا پیدا ہونا جو دین کی صحیح صحیح تعلیمات کو دنیا کے سامنے پیش کریں اور ایک حق پرست گروہ کا ہمہ وقت موجود رہنا' یہ تینوں چیزیں مل کر اُس خلا کو پُر کرتی ہیں جو سلسلۂ نبوت کے ختم ہونے کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔ یہ تین ضمانتیں وحی کا بدل ہیں۔ ان تین چیزوں سے وحی نبوت کے خلاء کو ایک حد تک پُر کر دیا گیا ہے۔

ایک ہزار برس میں اسلام کی عظیم الشان عمارت میں رفتہ رفتہ تنزل رونما ہوتا چلا گیا' چنانچہ برعظیم پاک و ہند میں دینی اعتبار سے دَورِ تنزل کی انتہا اکبر اعظم کا دَور ہے جب دینِ محمدیؐ کو ایک ہزار سال تک محدود کرتے ہوئے اسے ختم کر کے دینِ اکبری رائج کرنے کی کوشش کی گئی۔ اس دَورِ زوال کے بعد اسلام کی سربلندی کا سفر شروع ہو گیا۔

چنانچہ گزشتہ چار سو برس کے دوران تاریخ انسانی کدھر جارہی ہے اس کا شعور ضروری ہے۔ بقول اقبال ؎

ہر کجا بینی جہانِ رنگ و بُو
زانکہ از خاکش بروید آرزو
یا زنورِ مصطفیٰؐ او را بہاست
یا ہنوز اندر تلاشِ مصطفیٰؐ است

گویا نوعِ انسانی کا قافلہ "تلاشِ مصطفیٰؐ" میں محو جستجو ہے۔ اب مصطفیٰ ﷺ کو Recover' Realize اور Regain کرنا ہے' انہیں دوبارہ حاصل کرنا ہے۔ گزشتہ ایک ہزار برس میں انسانیت نے حضور ﷺ کو کھو دیا تھا اور اب وہ انہیں تلاش کر رہی ہے۔ گویا یہ دور در حقیقت "تلاش مصطفیٰؐ" کا دور ہے۔

اِس دنیا میں تلاش مصطفیٰؐ کا عمل تین سطحوں پر جاری و ساری ہے۔ ایک سطح پر پوری نوع انسانی چار و ناچار' خواہی نخواہی اور شعوری یا غیرشعوری طور پر اسی نظام عدل و قسط کی تلاش میں سرگرداں ہے جو محمد مصطفیٰ ﷺ نے عطا کیا تھا۔ نوع انسانی افراط و تفریط کے دھکے کھا رہی ہے لیکن بالآخر قافلۂ انسانیت دین اسلام کے عادلانہ نظام کی طرف ہی جا رہا ہے۔ بقول اقبال ؎

عصر حاضر کے تقاضاؤں سے ہے لیکن یہ خوف
ہو نہ جائے آشکارا شرعِ پیغمبرؐ کہیں

ابلیس کو سخت اندیشہ لاحق ہے کہ انسانیت کا قافلہ تو شرع محمدیؐ کی طرف جا رہا ہے۔ کمیونزم کی موت کے بعد انسان کہاں کھڑا ہے؟ امریکہ کے بہت بڑے دانشور "فرانسس فوکویاما" نے اپنی کتاب End of History میں کہا ہے کہ انسانیت کے ارتقاء کا نقطۂ عروج ہمارا نظام ہی ہے جو سیکولر سرمایہ دارانہ جمہوریت پر مبنی ہے جس سے بہتر نظام موجود نہیں ہے۔ لیکن ایک دوسرے امریکی دانشور سیموئیل ہنٹنگٹن نے یہ خیال رد کر دیا اور کہا کہ Clash of Civilizations ابھی ہونا باقی ہے۔

بعثت محمدیؐ کی جانب انسانیت کے سفر کی دوسری سطح قومی اور ملی ہے۔ امتِ مسلمہ

نے نو آبادیاتی نظام کے تسلط سے آزادی حاصل کی اور اب اپنے لئے ایک نئے نظام کی تلاش میں ہے۔ گویا امت مسلمہ کا رخ بھی قومی و ملی سطح پر ہی سہی' تلاش مصطفیٰؐ ہی کی طرف ہے۔ خاص طور پر پاکستان کا معاملہ تو "کافر نتوانی شد ناچار مسلمان شو" کا سا ہے۔ ہمارے لئے تو اس کے سوا کوئی اور چارۂ کار ہی نہیں ہے۔ پاکستان کی بقاء کا واحد سہارا صرف اور صرف اسلام ہے' اس طرف اگر پیش قدمی نہ کی گئی تو ہمارا ملی تشخص ختم ہو جائے گا۔

اسلام کی جانب اس سفر کی تیسری سطح پر احیائی تحریکیں کام کر رہی ہیں۔ انڈونیشیا میں مسجومی پارٹی' ہندوستان میں علامہ مشرقی کی خاکسار تحریک' مولانا مودودی کی جماعت اسلامی' ایران میں فدائین کی جماعت اور مصر میں "الاخوان المسلمون" یہ سب جماعتیں اور تحریکیں دین کو از سر نو ایک نظام زندگی کی حیثیت سے غالب و نافذ کرنے کے لئے میدان میں آئیں۔ احیائی تحریکوں کی تمام تر مساعی "مجدد کامل" کی تلاش سے عبارت ہے جو دین کو اسی طریقے پر قائم کر دے گا جس طریقے سے محمدؐ عربی ﷺ نے اسے غالب کیا تھا۔ لیکن ان تحریکوں کے ضمن میں یہ بات سمجھ لینی چاہئے کہ سورج جب غروب ہو جاتا ہے تو آسمان پر سرخی باقی رہ جاتی ہے۔ بعثت محمدیؐ کے پہلے ہزار سال کے اختتام پر دین محمدی ﷺ جب اپنے انتہائی زوال کو پہنچ گیا اور "مسلمانی در کتاب و مسلمانان در گور" والا معاملہ ہو گیا تو اب دوبارہ اس کے احیاء کا مرحلہ شروع ہوا۔ لیکن اب غلبۂ دین کا کام درجہ بدرجہ پایۂ تکمیل کو پہنچے گا جیسے چاند درجہ بدرجہ مکمل ہوتا ہے۔ اب وہ کام ایک ہی جست میں نہیں ہو سکتا جو نبی اکرم ﷺ کے مبارک ہاتھوں سے تکمیل پذیر ہوا تھا کہ کل بیس برس میں مکمل انقلاب برپا ہو گیا۔ اب کوششیں ہوں گی' تحریکیں اٹھیں گی' قوتیں اور مالی وسائل صرف ہوں گے' لیکن اس جدوجہد میں ایک ایک سیڑھی اوپر چڑھنے کا معاملہ ہو گا' چنانچہ احیائی تحریکوں کا سلسلہ جاری رہے گا۔

یہ تمام احیائی تحریکیں اگرچہ اپنے اپنے ممالک میں اسلامی انقلاب لانے میں تو کامیاب نہ ہو سکیں لیکن ان کے باوجود ان تحریکوں کے اثرات تو بہرحال موجود ہیں۔ برعظیم کی احیائی تحریک میں علامہ اقبال کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔ علامہ اقبال دو

حیثیتوں کے ساتھ میدان میں نکلے۔ قومی وملی سطح پر بھی ان کا بہت اونچا مقام ہے۔ وہ مسلم لیگ کی تحریک کے روحِ رواں بھی تھے' جس نے برعظیم کے مسلمانوں کی آزادی کے لئے تحریکِ پاکستان کی قیادت کی' نیز وہ پاکستان کا خواب دیکھنے والے' اس کے مفکر' مصور اور مبشر بھی تھے۔ قائداعظم کو انگلستان سے بلانے والے بھی علامہ ہی تھے۔ فکری سطح پر علامہ اقبال نے دین کے اصل تصورات کو از سرِنو تازہ کیا وگرنہ دین تو یہاں مذہب بن کر اور عقائد' عبادات اور رسومات تک محدود ہو کر رہ گیا تھا۔ یوں دین کے غلبہ واحیاء کے لئے یکے بعد دیگرے کئی کوششیں ہوئیں' جو اقبال کی مرہونِ منت ہیں۔ لیکن یہ جدوجہد لازماً ﴿لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ﴾ کے مصداق درجہ بدرجہ ہی کامیابی کی منزل تک رسائی حاصل کر سکتی ہے۔ یہ تو حضورؐ کی ذات تھی جنہوں نے بیس سال کے عرصے میں انقلاب کے تمام مراحل طے کر لئے۔ اسی حوالے سے حضورؐ کو "امتناعِ نظیر" کی حیثیت حاصل ہے' یعنی ایسی شخصیت جس کی کوئی دوسری مثال پیش کرنا ممکن ہی نہیں ہے۔

مختلف احیائی کڑیوں میں تنظیمِ اسلامی کو تیسری کڑی کی حیثیت حاصل ہے۔ چنانچہ مولانا ابوالکلام آزاد کی حزب اللہ کے بعد جماعتِ اسلامی اور اب تنظیمِ اسلامی وہی کام کر رہی ہے۔ تنظیمِ اسلامی کے پیشِ نظر بھی یہی ہے کہ ایسے لوگوں کی جماعت تیار کی جائے جو پہلے اپنے وجود پر اور اپنے گھر میں دین قائم کر چکے ہوں۔ پھر ایک شخص کے ہاتھ پر بیعت کر کے باطل سے پنجہ آزمائی کے لئے میدان میں آ جائیں۔ لیکن اس دوران میں ہم "اَلدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ" کے حوالے سے حکمرانوں کو مشورے بھی دیتے رہیں گے۔ ہم اربابِ اختیار میں سے نہ کسی کے حریف ہیں نہ حلیف' بلکہ ہماری اصل دلچسپی اسلام کے عادلانہ نظام کے نفاذ سے ہے۔ اسی لئے ہم حکمرانوں کو نفاذِ اسلام کے ضمن میں پیش رفت کے مشورے دیتے ہیں کہ وہ قراردادِ مقاصد کو دستور کا حصہ بنانے کے بعد مزید پیش رفت کرتے ہوئے اس سے متصادم آئینی دفعات کو کالعدم قرار دے کر قرآن وسنت کی بالادستی قائم کریں' تاکہ قومی وملی سطح پر بھی نفاذِ اسلام کے حوالے سے ہمارے قدم آگے بڑھ سکیں۔

اس حوالے سے ہم ماضی میں بھی کوششیں کرتے رہے ہیں' اب بھی کر رہے ہیں

اور آئندہ بھی کرتے رہیں گے۔ میں نے ۱۳/ جولائی کو میاں نواز شریف سے جو ملاقات کی تھی اس موقع کے لئے میں اپنا نقطۂ نظر تحریر کر کے لے گیا تھا۔ یہ طویل خط میں نے میاں نواز شریف کو خود پڑھ کر سنایا اور انہیں بتایا کہ انسانی تاریخ کا دھارا کس رخ پہ جا رہا ہے۔ دین حق کا غلبہ تو ہو کر رہے گا' دنیا چار و ناچار اُدھر ہی جا رہی ہے۔۔ اب یہ ہر شخص کا انفرادی فیصلہ ہے کہ وہ کسے ترجیح دیتا ہے اور کسے مؤخر کر دیتا ہے' کون اسلام کے عالمی غلبہ کی پیش رفت میں اپنا حصہ ڈالتا ہے اور کون اپنے آپ کو اس سے محروم رکھ کر بدنصیب بنتا ہے۔ میاں نواز شریف سے میں نے کہا کہ آپ آگے آئیں اور ایٹمی دھماکوں کے بعد اگلا قدم اٹھائیں اور "دینی دھماکہ" بھی کر ڈالیں۔ تاریخ نے اس سے پہلے اس ملک میں ذوالفقار علی بھٹو کو موقع دیا تھا کہ وہ جاگیرداری نظام ختم کر کے اس ملک کا ماؤزے تنگ بن سکتا تھا' لیکن وہ اپنی جاگیرداری کی کھال سے باہر نہ نکل سکا للہذا ناکام و بدنصیب رہا۔ اسی طرح ضیاء الحق کو ملکی تاریخ میں یہ موقع حاصل ہوا تھا کہ وہ عمر بن عبدالعزیزؒ کا مقام حاصل کر سکتا تھا۔ نظام مصطفیؐ کی تحریک کا جوش و خروش تحریک پاکستان سے بھی زیادہ تھا' لیکن وہ ان حالات میں بھی بدنصیب اور محروم ہی رہا۔ بالکل اسی طرح اب میاں نواز شریف کو موقع حاصل ہوا ہے' لیکن اس کی کچھ شرائط اور تقاضے ہیں۔ ایٹمی دھماکوں کے بعد ملکی تاریخ میں یہ سنہری موقع نواز شریف کے ہاتھ میں آیا ہے کہ وہ تاریخ ساز کردار ادا کر سکتے ہیں۔ لیکن اس کے لئے انہیں ذاتی طور پر قربانی و ایثار کی عظیم مثالیں قائم کرنا ہوں گی اور سرمایہ داری کے خول سے باہر نکلنا ہو گا۔ میں نے میاں نواز شریف کو یہ مشورہ دیا ہے کہ رائے ونڈ کے محلات اور اراضی کو قومی خود انحصاری فنڈ میں جمع کروا کر ماڈل ٹاؤن والی کوٹھیوں پر قناعت کریں اور اپنے کارخانوں میں سے صرف ان کو اپنے پاس رکھیں جن کے بارے میں یقین ہو کہ ان کے ذمے کوئی رقم واجب الادا نہیں' بقیہ کارخانوں کو ملک و قوم کے حوالے کریں۔ قوم سے قربانی کے مطالبہ کو منوانے سے پہلے میاں نواز شریف کو خود اپنے تمام معاملات کو روزِ روشن کی طرح صاف و شفاف بنانا ہو گا۔ احتساب سیل کے چیئرمین سینیٹر سیف الرحمٰن کی غیر جانبدارانہ حیثیت مجروح ہو چکی ہے اور اگر حالیہ دنوں میں ان پر لگایا گیا لگژری گاڑیوں کی درآمد کے

(باقی صفحہ ۱۶ پر)